انتقاد کے لئے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہے

انتقاد

علوم القرآن: تصنیف ڈاکٹر صبحی صالح (لبنان)۔ ترجمہ غلام احمد حریری ایم اے۔ ناشرین ملک برادرز لائل پور۔ قیمت (نیوز پرنٹ) دس روپے ۔۔۔۔۔ اس کتاب میں قرآن کے متعلق چند ضروری مسائل پر بحث کی گئی ہے جن سے بقول مصنف "دانستہ یا نادانستہ طور پر بے بہرہ رہنا یا ناواقفیت کا اظہار کرنا کسی عرب کو زیب دیتا ہے جو ضاد کا لفظ بولتا ہو اور نہ مسلم کو جو دینی خلفیت کا مدعی ہو" ۔۔۔۔۔ یہ مسائل ہیں:۔ قرآن و وحی۔ قرآن کی جمع و تدوین کی تاریخ۔ علم اسباب نزول۔ ناسخ و منسوخ۔ محکمات و متشابہات اور تفسیر و اعجاز وغیرہ۔

وحیِ قرآن کا مسئلہ بڑا دقیق بھی ہے اور بے حد نازک بھی۔ مصنف نے اس پر جو بحث کی ہے اُس سے کچھ پتے نہیں پڑتا۔ یا تو خود مصنف اس بحث کا حق ادا نہیں کر سکے یا مترجم سے ترجمے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۳۹:۔

"جب کسی انسان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اربابِ کشف و الہام میں سے ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ وحی اور نبوت کے منصب پر فائز ہو گیا اس لئے کہ وحی و نبوت میں شعور و احساس کا معنی و مفہوم پایا جاتا ہے (بخلاف ازیں کشف و الہام کی بنیاد لاشعور اور عدم احساس پر رکھی گئی ہے) ۔۔۔۔۔۔"

اس سے کچھ آگے ہے:۔ "ظاہر ہے کہ دینی حقائق اور غیبی اخبار و واقعات وحی کے باب میں ایسے لاشعوری اسالیب و اطوار کے تابع نہیں ہوتے جن سے ذہانت و فطانت اور حواسِ باطنی پر جہالت کے پردے پڑ جائیں؛ اسی طرح جیسے دینی حقائق حواسِ ظاہری کے ان پیمانوں کو تسلیم نہیں کرتے جو منطقی دلائل اور گھٹیا قسم کے استنباط کی اساس پر نامعلوم اشیاء کو ٹھکرا دیتے ہیں" ۔۔۔۔۔ "قرآن و وحی" کے باب میں وحی کے بارے میں روایات سے ہٹ کر جو کچھ لکھا گیا ہے اوپر کی سطریں اُس کا ایک نمونہ ہے۔ اسی باب کے آخر کا ایک پیرا یہ ہے:

"قرآن کریم نے آیاتِ احکام، غیبی اخبار اور کلیاتِ کبریٰ کے نزول سے قبل اپنے سحر انگیز اور اعجاز خیز اسلوب و انداز سے عربوں کو مسحور و مخمور کر دیا تھا۔ اگر قرآنی وحی کے معاصرین کی قسمت میں ہماری طرح یہ بات مقدر ہوتی کہ وہ قرآن کے علمی و فلسفی پہلو پر غور و فکر کرتے اور تاریخی حقائق کا جائزہ لینے کی استطاعت سے بہرہ ور ہوتے تو دیگر با انصاف لوگوں کی طرح یہ حقیقت اُن پر روشن ہو جاتی کہ دنیا کی کوئی طاقت قرآن کو مٹا نہیں سکتی۔ علاوہ ازیں وہ اس بات

پر یقین کر لیتے کہ آفاق و انفس میں جو خداوندی نشانات پائے جاتے ہیں ان کے کشف و اظہار کے سلسلہ میں دنیا کے تمام علوم قرآن کے خادم ثابت ہوں گے "۔۔۔۔ اسی ضمن میں یہ جملہ بھی ملاحظہ ہو:" ..... نزولِ وحی کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حواس ومشاعر بالکل بجا ہوتے تھے اور آپ پورے فہم وادراک کے ساتھ وحی سے استفادہ فرمایا کرتے تھے۔"

یہ ہے مصنف کی وحی کی بحث جس سے یہ عقدہ کھلنے کے بجائے اور پیچیدہ ہو گیا ہے، مصنف کے لئے بہتر تھا کہ وہ وحی کے متعلق صحیح احادیث کے ذکر تک ہی اکتفا کرتے۔ اور اگر اس میں کچھ اضافہ کرنا تھا تو حکمائے اسلام سے استفادہ کیا جا سکتا تھا۔ دراصل مصنف کا زیادہ زور قرآن کی بلاغت پر ہے، اُس کی حکمت پر نہیں، اسی لئے وہ اس معاملے میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں ۔۔۔۔ ابتدائے نبوت سے رسول اللہ صلعم کے انتقال تک آپ پر قرآن کا نزول ہوتا رہا۔ مصنف نے اس بارے میں بڑی سیر حاصل بحث کی ہے ۔۔۔۔ باب "تاریخ القرآن" میں قرآن کی جمع و تدوین کا ذکر ہے۔ مصنف کے نزدیک قرآن اِس شکل میں جس میں وہ اِس وقت ہے، رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں تھا، البتہ وہ ایک نسخہ میں مرتب نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اُسے ایک نسخہ میں مرتب کرایا اور اس کی متعدد نقلیں کرائیں۔ شروع میں متن قرآن اعراب اور نقطوں کے بغیر تھا۔ بعد میں جس طرح نقطے اور اعراب لگائے گئے، مصنف نے اس کا ذکر کیا ہے ۔۔۔۔ عجیب بات یہ ہے کہ قرآن سب سے پہلے "بندیقہ" یعنی وینس میں چھاپا گیا، مصنف نے لکھا ہے کہ چونکہ اس سے کلیسا برہم ہو گیا تھا، اس لئے اُسے ضائع کر دیا گیا۔

ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: "یہ قرآن سات قرأتوں کے مطابق نازل کیا گیا ہے، جیسے آسان ہو، پڑھ لیا کرو"۔ مصنف نے اس بارے میں بحث کی ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے۔ "شروع میں آپ نے سہولت کی خاطر مسلمانوں کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنی زبان میں قرآن پڑھ لیا کریں۔ اس لئے کہ اُن میں سے بعض کو قریش کی زبان میں قرآن پڑھنے میں دقت ہوتی تھی، لیکن یہ ایک عارضی بات تھی، قرآن کی کتابت ایک ہی "قرأت" میں ہوتی تھی۔"

یقیناً قرآن کو سمجھنے کے لئے علم اسباب النزول ضروری ہے، مصنف نے اس پر بھی بحث کی ہے، اس سلسلے میں موصوف نے یہ اقوال نقل کئے ہیں:۔ "امام واحدی کہتے ہیں "جب تک کسی آیت کا واقعہ متعلقہ اور اس کا سبب نزول معلوم نہ ہو اس آیت کی تفسیر معلوم نہیں ہو سکتی"۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "سبب نزول کی پہچان کسی آیت کے فہم وادراک میں مدد دیتی ہے۔ اس لئے کہ سبب کے علم سے مسبّب کا معلوم ہونا ایک فطری بات ہے"۔ ابن دقیق العید کا قول ہے: "سبب نزول کی پہچان قرآن کے مطالب و معانی کے حصول کا زبردست ذریعہ ہے"۔

سبب نزول کے یہ معنی نہیں کہ آیت یا سورت اُسی واقعہ سے مخصوص ہے، جس کے بارے میں وہ نازل

ہوئی۔ مشہور معتزلی مفسر زمخشری کے الفاظ ہیں، "ہو سکتا ہے کہ سورت کا سبب نزول خاص ہو مگر جس وعید کو یہ شامل ہے، وہ عام ہے۔ تاکہ ہر وہ شخص اس سورت کا مصداق ہو جو بھی اس قسم کے قبائح کا ارتکاب کرتا ہے" ـــــ بہرحال واقعہ یہ ہے کہ کسی آیت یا سورت کے تاریخی پس منظر کو ملحوظ رکھے بغیر اُس کے صحیح مفہوم کو جاننا بڑا مشکل ہے۔ اسی لئے قدماءِ علم اسباب النزول پر بہت زور دیتے تھے۔

ایک طویل باب مکی اور مدنی سورتوں پر ہے جس میں ہر دو کی نشان دہی کی گئی ہے، اور ان کی امتیازی خصوصیات کا ذکر ہے ـــــ بعض سورتوں کی ابتدا میں جو حروفِ مقطعات آتے ہیں، اُن کے بارے میں علماءِ اسلام اور بعض مستشرقین کی آراء بیان کرنے کے بعد مصنف نے اس ضمن میں سید رشید رضا کی اس رائے سے اتفاق کیا ہے کہ ان کا استعمال مخاطبین کو متنبہ کرنے کے لئے کیا گیا ہے ـــــ کیا قرآن میں ایسی آیات موجود ہیں، جو تلاوت تو کی جاتی ہیں، لیکن اُن پر عمل منسوخ ہو چکا ہے؟ یہ بحث بہت پُرانی ہے۔ اور ہمارے بعض قدیم علماء آیاتِ احکام کا ایک حصہ منسوخ شدہ مانتے رہے ہیں۔ اس بارے میں مصنف کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کا نزول تدریجی ہوا ہے۔ اور شروع میں جو حالات تھے، وہ بعد میں نہیں رہے۔ اس لئے ان کے ساتھ ساتھ احکام بھی بدلتے رہے ہیں۔ چنانچہ پہلے احکام کو منسوخ اور بعد کے احکام کو ناسخ سمجھنا صحیح نہیں۔ اس سلسلے میں موصوف نے بعض قدماء کے یہ اقوال دیئے ہیں:۔ "لڑائی کے حکم کو اہل اسلام کے طاقت ور ہونے تک ملتوی کیا گیا۔ اور کمزوری کی حالت میں صبر کی تلقین کی گئی۔ جب کسی حکم کی تعمیل کسی وقت کسی خاص علت کی بنا پر ضروری ہو اور پھر علت کسی دوسرے حکم کی طرف منتقل ہو جائے تو پہلا حکم بدل جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اس کو نسخ نہیں کہتے۔ نسخ کے معنی ہیں دُور کر دینا اور زائل کرنا تاکہ کسی وقت بھی اس کی پیروی جائز نہ ہو"

اس بارے میں یہاں ہم امام زرکشی کا بیان من وعن کتاب سے نقل کرتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ اس کے احکام بھی حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں۔ جب اسلام کمزور تھا تو اس وقت آپؐ پر وہ احکام نازل کئے جو مناسب حال تھے تاکہ آپؐ کے متبعین کو مشقت و تکلیف کا سامنا نہ ہو۔ جب اسلام زور پکڑ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی نصرت و اعانت فرمائی تو آپ پر وہ احکام نازل کئے جو اُس دور کا تقاضا تھے۔ مثلاً یہ کہ کفار سے لڑا جائے یا جزیہ وصول کیا جائے۔ بشرطیکہ وہ اہلِ کتاب ہوں۔ اگر اہلِ کتاب نہ ہوں تو اُن سے اسلام کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر نہ مانیں تو اُن کو قتل کر دیا جائے۔ یہ دونوں حکم یعنی کمزوری کے وقت کفار سے مصالحت اور طاقت ور ہونے کی صورت میں تلوار کا استعمال اپنے اپنے سبب پر مبنی ہے۔ تلوار کے استعمال کا حکم مصالحت کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ حسبِ مصلحت و ضرورت ان دونوں پر عمل کیا جا سکتا ہے"۔

مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ سیوطی اکیس بلکہ صرف اُنیس آیات کو منسوخ مانتے تھے، اور خود وہ دس سے زیادہ آیتوں کو منسوخ نہیں سمجھتے۔ مترجم نے اس بحث میں کچھ ایزاد نہیں کیا۔ ورنہ شاہ ولی اللہؒ تو صرف پانچ کو منسوخ مانتے ہیں، اور اُن کے بعد جو علماء آئے، وہ اِن پانچ کی بھی اس طرح تاویل کرتے ہیں کہ وہ منسوخ شدہ نہیں ہیں۔

"محکمات و متشابہات" کا مبحث گو بڑا مختصر ہے، لیکن اس میں دو اقتباس کافی توجہ طلب ہیں۔ اس موضوع پر امام رازی لکھتے ہیں:۔ "قرآن خواص ہوں یا عوام، سب کو دعوت دیتا ہے۔ عوام حقائق کی تہہ تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں۔ جب عوام میں سے کوئی شخص پہلی مرتبہ ایک ایسی ذات (ذاتِ باری) کا حال سنتا ہے جو نہ تو جسم رکھتی ہے نہ متمیز ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے تو وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ تو عدم اور نفی محض کی دلیل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا کو صفات سے عاری (تعطیل؟) خیال کرنے لگتا ہے۔ اس لئے بہتر یہی تھا کہ خدا کو ایسے الفاظ سے پکارا جائے جو لوگوں کے وہم و خیال کے مطابق ہوں۔ اور ایسی چیز سے مخلوط ہوں جو حق صریح پر دلالت کرتی ہو۔ پہلی قسم یعنی جس کے ساتھ باری تعالیٰ کو آغازِ کار میں پکارا جاتا ہے، متشابہ کہلاتی ہے۔ دوسری قسم جو حق صریح کو نمایاں کرتی ہے، اس کو محکم کہتے ہیں۔"

ابن اللبان (متوفی ۷۴۹ھ) لکھتے ہیں:۔ "دینی حقائق کو اگر کنایہ کے انداز میں پیش کیا جائے تو اُن کا حسن و جمال دوبالا ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ معنوی اور غیر مادی افکار و معتقدات انسان کے ذہن پر محسوس و مبصر (؟) صورت میں مرتسم ہو جاتے ہیں اور اس طرح آنے والے ازمنہ و اقوام تک یہ بلند پایہ حقائق منتقل ہوتے رہتے ہیں۔"

ایک باب میں مصنف نے قرآن کے اعجاز ہونے پر بحث کی ہے، یہ سوال کہ آیا قرآن اپنے معنوی مشمولات کی وجہ سے معجزہ ہے۔ یا اپنے ادبی و فنی اسلوب کی بنا پر۔ واقعہ تو یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہوتی ہیں، لیکن اس کے باوجود مصنف نے زیادہ زور قرآن کے ادبی و فنی اعجاز پر دیا ہے، اور آج کل عرب اہلِ قلم کا اسی طرف رجحان ہے۔

یہ مختصر خلاصہ ہے زیرِ نظر کتاب کے مطالب کا۔ اس میں شک نہیں کہ مصنف نے اس کتاب میں علوم قرآن کے متعلق کافی مواد جمع کر دیا ہے۔ اور اس لحاظ سے اس کا ترجمہ بہت مفید ہے، اور طالبانِ قرآن اس سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھائیں گے، لیکن ایک تو زیرِ نظر کتاب میں ترتیب مضامین کی کمی ہے، جو اس طرح کی علمی کتاب میں ہونی چاہیئے۔ اور یہ شاید اس لئے ہے کہ اصل کتاب "کلاس لیکچرز" ہیں، جو مصنف نے

بحیثیت اُستاد کے دیئے۔ دوسرے مترجم نے زبان اور پیرایۂ بیان کا خاص خیال نہیں رکھا۔
مثال کے طور پر کتاب کی پہلی سطر ہی ملاحظہ ہو:۔" اللہ تعالےٰ نے اپنی ارسال کردہ وحی کے لئے چند جدید نام تجویز کئے ہیں۔ یہ نام عربی کلام کے ناموں سے اجمال و تفصیل کے اعتبار سے مختلف ہیں ...."

ایک اور جملہ ملاحظہ ہو:۔" وحی ربانی کو سوئے ہوئے شخص کا خواب قرار دینا سراسر بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے باشعور اور تیز و تند حواس اور آپ کی بیدار و مستعد شخصیت تو راحت و آرام کے وقت بھی اس قسم کی باتوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔"
اسی طرح ترجمے میں زبان و بیان کی بے شمار گنجلکیں ہیں، جن سے مطلب نکالنا بڑا مشکل ہے۔
فاضل مترجم نے ایک دو جگہ حاشیے بھی لکھے ہیں، جو ہمارے نزدیک اُن کی قدرے زیادتی ہے۔ مثلاً ص۱۹۳ پر وہ" من گھڑت تفاسیر لکھنے والوں" پر برسے ہیں، اور اُن پر یہ الزام رکھا ہے کہ وہ" لغات القرآن لکھوانے کے لئے عربی دان علماء کا سہارا لیتے ہیں ....."
قرآن مجید کی تفاسیر ہر نقطۂ خیال کے اہلِ علم لکھتے رہے ہیں، اور ان کا مصنف نے کتاب میں ذکر بھی کیا ہے۔ اگر ان میں افادیت ہوتی ہے تو وہ باقی رہتی ہیں، ورنہ بھلا دی جاتی ہیں۔ اب کسی کی تفسیر کو" من گھڑت" کہنا مناظرہ میں تو جائز ہو سکتا ہے، لیکن ایک علمی کتاب میں اس طرح کا حاشیہ چڑھانا نامناسب ہے۔ ہو سکتا ہے یہ" من گھڑت" تفسیر آگے چل کر مرجع کا کام دے۔
دوسرے ص۲۶۶ پر مترجم نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن سابق ڈائرکٹر ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کی طرف منسوب کیا ہے کہ اُنھوں نے اپنی کتاب" اسلام" میں لکھا ہے:۔" سارا قرآن کلام الٰہی نہیں ہے، بلکہ اس کا معتدبہ حصہ آنحضورؐ کے ارشادات پر مشتمل ہے۔"
مترجم کا یہ بیان بھی صحیح نہیں۔ (م ۔ س)